چیستانِ مرزا

اس عنوان سے ایک مضمون دسمبر کے مرقع میں نکلا تھا جس کے جواب کے لئے مرزا صاحب، کو مبلغ پانسو روپیہ پیش کرنے کا وعدہ تھا۔ مرزا صاحب خود تو سامنے نہ آئے۔ البتہ اُن کے ایک مرید (مولوی فضل الدین مدرس عربی سکول قادیان) نے حوصلہ کیا۔ قبل جواب دینے کے مجھے خط لکھا جو اہلحدیث ۲ جنوری میں مع جواب شائع ہو چکا ہے۔ جسکا خلاصہ یہ ہے کہ راقم خط پہلے تو مجھ سے پوچھتا ہے کہ آپنے جو انعام تجویز کیا ہے وہ خاص مرزا صاحب کے لئے ہے یا ہر ایک مجیب کے لئے؟ پھر اخیر میں التماس کرتا ہے کہ آپنے جو تخصیص اس انعام کی مرزا صاحب سے کی ہے وہ (انعام) اٹھا کر سب کے لئے کر دیجئے۔ ناظرین غور کریں کہ ان دونوں فقروں سے کیا ثابت ہوتا ہے پہلے فقرہ میں جس بات کا سوال کرتا ہے دوسرے فقرے میں خود ہی اسکا جواب دیتا ہے۔ پہلے فقرے میں تو پوچھتا ہے کہ آپنے یہ انعام مرزا صاحب سے مخصوص کیا ہے یا کہ سب کے لئے ہے دوسرے میں کہتا ہے کہ آپ تخصیص کو اُٹھا دیجئے۔ بھلا جس صاحب کی لیاقت اور صلاحیت کا یہ نمونہ ہے اُس نے مُرقع کے مواخذات کا جواب کیا دیا ہوگا۔ تاہم ناظرین کی آگاہی اور راقم جواب کی ہدایت کے لئے ذکر کرتے ہیں۔

سوال مندرجہ مُرقع کے تین حصّے تھے۔ اسجگہ ہم ایک ایک حصّے کا ذکر کرینگے۔ پہلا حصّہ یہ تھا کہ مرزا جی ازالہ کے صفحہ ۶۹۳ پر لکھتے ہیں کہ مسیح موعود دنیا کی عمر کے حساب سے چھٹے ہزار میں پیدا ہونا تھا (مفصّل عبارت دسمبر کے پرچے میں دیکھو) پھر صفحہ ۳۱۱ پر دنیا کی عمر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ بعثت تک چار ہزار سات سو چالیس (۴۷۴۰) سال رکھی ہے۔ اس پر سوال یہ تھا۔ کہ اس حساب سے دنیا کی عمر کا چھٹا ہزار ۱۲۴۷ھ کو پورا ہو گیا اور ۱۲۴۸ھ سے ساتواں ہزار شروع ہوتا ہے اور آپکی پیدائش ۱۲۵۵ھ میں ہوئی تھی پس ثابت ہوا کہ آپ بقول خود بھی مسیح موعود نہیں جو ساتویں ہزار میں آئے ہیں۔

اسکا جواب مرزائی مجیب کیطرف سے جو دیا گیا وہ ہم اُسی کے الفاظ میں نقل کرتے ہیں

آپ لکھتے ہیں:—

"حضرت مرزا صاحب کا مدعا اس عبارت سے یہ ہے کہ خلقت آدم سے لیکر نبی کریم صلعم کے زمانہ نبوّت تک جو سلسلہ ہجری تک تھا (۴۷۴۰) برس گذرے ہیں۔

۴ہ جو المنبر میں شائع ہوا

پر مولوی صاحب نے حضرت مرزا صاحب کی تصریحات کے خلاف اس عبارت کا یہ مطلب قرار دیا ہے کہ جس قدر زمانہ حضور صلعم کے خلعت نبوّت ملنے تک تھا وہ تو اس مدت (۴۷۴۰) میں داخل ہے مگر جو تئیس سال خالص نبوّت کا زمانہ تھا وہ اس میں شامل نہیں - مولوی صاحب سنہ نبوت کے تئیس سال کے زمانہ کو اس اعداد العصر کے زمانہ میں شمار نہیں کرتے اور خیال کرتے ہیں کہ قبل نبوّت کے چالیس سال تو اس مدت میں داخل ہیں مگر زمانہ نبوی میں سے جو تئیس سال باقی ہیں وہ اس مدت سے خارج ہیں - یہ وہ غلطی ہے جو زمانہ بعثت تک کے لفظوں کی غلط مفہوم سمجھنے کی وجہ سے مولوی صاحب کو ٹھوکریں دے رہی ہے - مولوی صاحب نے زمانہ بعثت تک کے لفظ سے حضرت نبی کریمؐ کے مامور اور مرسل ہونیکا وقت سمجھا ہے جو تفسیر القول بما لا یرضیٰ بہ قائلہ کا مصداق ہے اگر مولوی صاحب کچھ بھی توجہ کرتے تو حضرت مرزا صاحب کی تصریحات کے خلاف یہ مطلب ہرگز نہ قرار دیتے اور نہ ہی اس غلط مراد کو حضرت مرزا صاحب کا منشا قرار دیکر انکی طرف منسوب کرتے - مولوی صاحب شائد اصرار کریں کہ اچھا کوئی ایسی اور تحریر علاوہ ازیں دکھاؤ جہاں سے سمجھا جائے کہ اس مدت العصر سے یہ مراد صحیح نہیں جو مَیں لیتا ہوں اور جس سے صاف پتہ لگ جاوے کہ مَیں نے جو کچھ سمجھا ہے حقیقۃً قائل کے منشاء کے خلاف ہے اسلئے ہم خود ہی اُن کی خاطر لکھتے ہیں - حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۰۱ میں حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں "خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر فرمایا ہے کہ سورۃ العصر کے حروف حساب جمل کے رو سے ابتدائے آدم سے لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک جسقدر برس گذرے ہیں اُنکی تعداد ظاہر کرتے ہیں سو سورہ ممدوحہ کے رو سے جب اس زمانہ تک حساب لگایا جاوے تو معلوم ہوگا کہ اب ساتواں ہزار لگ گیا ہے - اور اسی حساب کی رو سے میری پیدائش چھٹے ہزار میں ہوئی ہے - کیونکہ میری عمر اس وقت قریباً ۶۸ سال کی ہے" (تشحیذ الاذہان نمبر ۱ جلد ۲ - صـ۵)

جواب :- اس ساری مضمون کا خلاصہ یہی ہے کہ زمانہ بعثت سے مراد تمام زمانہ تاریخ

ہے اِس حساب سے تیئیس سال تبلیغ رسالت آں حضرت کے بڑھاکر فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ مرزا صاحب کا سبز قدم ساتویں ہزار میں نہو بلکہ چھٹے ہزار میں رہے۔

اِس تقریر میں آپنے خوب دجل سے کام لیا ہے۔ غور سے سُنئے! زمانے تین ہوتے ہیں (۱) فترت یعنی بندشِ رُسل کا زمانہ (۲) بعثت جسمیں کوئی نبی مامور ہوکر خلق خدا کی طرف آئے۔ (۳) تبلیغ یعنی وہ زمانہ جس میں نبی خدا کے احکام بندوں کو سُنائے۔ اِن تینوں زمانوں کا ثبوت قرآن مجید میں ملتا ہے پہلے زمانہ کا ثبوت یہ ہے علیٰ فترۃ من الرُسُلِ آں حضرت کو حکم ہے کہ تم کہدو کہ میں رسولوں کی بندش کے موقع پر آیا ہوں۔ اِسی تعریف کو آپ خود بھی صٓ۱۷ پر تسلیم کرتے ہیں (۲) دوسرے زمانہ کا ثبوت اِس آیت میں ہے قَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِیْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ اِلٰی یَوْمِ الْبَعْثِ فَھٰذَا یَوْمُ الْبَعْثِ اِس آیت میں ذکر ہے کہ قیامت کے روز کفار کہینگے کہ ہم تو قبروں میں یا دنیا میں ایک آدہ گھڑی ٹھیرے ہیں اُن کے جواب میں ایماندار کہینگے کہ تم تو یوم البعث تک ٹھیرے ہو یہ ہی یوم البعث"۔ شکر ہے کہ اِس آیت میں تمام وہ الفاظ موجود ہیں جو مرزا صاحب کی عبارت میں ہیں۔ بعثت اور بعث ایک ہی۔ یوم اور زمانہ ایک ہے مرزا صاحب کی عبارت میں "تک" ہے اور آیت قرآنی میں الی ہے جسکے معنے بھی تک کے ہیں۔ کیا آیت کا مطلب یہ ہے کہ کفار اور دیگر لوگ قبروں میں روز قیامت کے خاتمہ تک رہی ہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ یہ ہے کہ قیامت کے دن کے شروع تک اُن کے ٹھیرنے کو منتہی فرمایا ہے۔ اُس سے بعد تو اُن کو عذاب میں یا ثواب میں بھیجا جائیگا۔ قبروں میں ٹھیرنے کا کیا موقع؟ تیسرا زمانہ تبلیغ رسالت کا ہے جسکی بابت ارشاد ہے۔ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ (اے نبی جو کچھ تیری طرف نازل ہُوا ہے اُس کی تبلیغ کرتا رہ) یہ ہیں تین زمانے جنکی شہادت قرآن مجید دیتا ہے۔ آپنے جو بڑی جانفشانی سے عشاید [illegible] زمانہ فترت اور بعثت میں تقابل تضاد دکہا ہے ہمارے کسی طرح مخالف نہیں۔ کون اہل علم ہے جو اِس سے انکار کرے کہ اضداد میں کثرت ممکن نہیں بلکہ ضروری ہے۔ دیکھو رنگ سبز۔ سُرخ۔ سفید نیلا وغیرہ باہمی اضداد ہیں حالانکہ متعدد ہیں کیونکہ ضد اخص من النقیض ہوتی ہے پس جسطرح

الوان (رنگون) میں اضداد کا تعدد ہی اسی طرح زمانہ میں اضداد کا تعدد ہے زمانہ فترت۔ زمانہ بعثت اور زمانہ تبلیغ۔ آپ کو اپنی تقریر پر گھمنڈ تو بڑا ہے مگر خبر اتنی بھی نہیں کہ اضداد متعدد بھی ہوتے ہیں یا نہیں آہ ؎

نازہے گل کو نزاکت پہ چمن میں اے ذوق + اس نے دیکھی ہی نہیں ناز ونزاکت والی

آئیے میں ذرہ آپکو اور علمی طریق سے بھی سمجھاؤں۔ شائد آپ مرزائی جال سے نکل سکیں۔ بِعثت اور بعث یہ مصدر ہیں جیسے خلق ضرب۔ نصر وغیرہ اور مصدر کا وجود فعل کے تابع ہوتا ہے۔ یعنی فاعل جب اپنا اثر مفعول پر پہونچاتا ہے تو مصدر کی اضافت بھی مفعول کی طرف جائز ہوتی ہے۔ بلکہ یوں کہنا بھی بجا ہے کہ فاعل کا فعل وہی مصدر ہوتا ہے اس کی پہچان فعل کے مطاوع سے ہوتی ہے۔ اگر فعل کا مطاوع پایا جاوے تو سمجھو کہ مفعول میں مصدر موجود ہو گیا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب خدا نے نبی کیا تو فعل (بعثت) کا اثر آپ پر پہونچ گیا جس کے پہچاننے کا طریقہ وہی مطاوع کا ہے چنانچہ اسی مصدر (بعث) کی بابت **مفردات راغب**۔ قاموس اور صراح وغیرہ میں ہے بعثتہ فانبعث اب سنئے قرآن مجید میں ارشاد ہے هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا (خدا نے عربوں میں رسول پیدا کیا) اس قاعدہ کے مطابق جس روز آپ پر وحی نازل ہوئی یعنی وصف رسالت سے موصوف ہوئے اُسی روز آپ مبعوث ہو گئے۔ اور اُسی روز سے بعث اور بعثت کی اضافت آپ کی طرف صحیح ہو گئی اور وہی وقت آپکی بعثت کا ہے جو پہلے زمانہ (فترت) کی غائت بنتا ہے۔ ہمارا اعتبار نہو تو اپنے امام زمان مہدی اور مسیح الدوران سے پوچھو جو رسالہ کرامات الصادقین میں لکھتے ہیں۔

"یہ عاجز بھی اس صدی کے سر پر خدا تعالیٰ کی طرف سے مجدد کا خطاب پاکر مبعوث ہوا" ص۳ (یعنی مرزا کی بعثت کا زمانہ صدی کا سرہے۔ اوس کے بعد زمانہ تبلیغ ہے) مرزا جی کی تو ہم کہتے نہیں وہ تو جو کچھ ہیں ہم انکو جانتے ہیں کیا تمہارا ایمان یہ حکم کرتا ہے کہ جس وقت آنحضرت پر پہلی دفعہ وحی نازل ہوئی تھی تو آپ اُس وحی سے مبعوث نہ بنے تھے؟ پھر کیا اُس وقت بعثت کی اضافت آپ کی طرف نہوئی تھی؟

اصل یہ ہے کہ بعثت کے معنے پیدا کرنے کے ہیں مگر کبھی اسکا اثر ذات پر ہوتا ہے جیسے
نَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ (ہم مُردوں کو زندہ کرینگے) اور کبھی صفات پر ہوتا ہے چنانچہ ارشاد ہے
هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیِّیْنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ - لَقَدْ اَرْسَلْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا - حضرت مسیح کی
دوبارہ تشریف آوری کی بابت جو بعث کا لفظ آیا ہے وہ بھی دوسری قسم سے ہی یعنی صفت
ماموریت اُن میں نئے سرے سے پیدا کر کے بھیجے جائینگے شائد تمہیں معلوم نہو کہ رسالت اور چیز ہے
اور مامور ہونا اور چیز ہے شروع نبوت محمدیہ کے وقت سے تین سال تک وحی کا سلسلہ
بند رہا اس زمانہ میں آپ رسول تو تھے مگر مامور نہ تھے اسی لئے آپنے اس مدت سہ سالہ میں کسی
کو تبلیغ نہیں فرمائی تھی - ٹھیک اسی طرح حضرت عیسےٰ اس وقت بھی رسول ہیں مگر مامور
بالتبلیغ نہیں - اس تقریر سے تمہارے سوال مندرجہ صفحہ ۱۸ کا جواب بھی ادا ہو گیا اور عام طور
پر اس سوال کا جواب بھی آگیا جو مرزا اور مرزائی حضرت مسیح کی دوبارہ تشریف آوری پر
کیا کرتے ہیں کہ خاتم النبیین کے برخلاف ہے کیونکہ خاتم النبیین کے برخلاف جب ہو کہ حضرت
مسیح کو رسالت بعد آں حضرت کے ملی لیکن جس صورت میں رسالت اُنکی پہلے کی ہے - مگر
ماموریت کا وصف مکرر اُن میں پیدا کر کے اُن کو دوبارہ دنیا میں بھیجا جاویگا تو یہ صورت
خاتم النبیین کے مخالف نہیں - مخالف ہے تو تمہارے خیالات کے ہے سو اُنکی اصلاح کراؤ -

خلاصہ یہ کہ بقاعدہ علوم آلیہ فعل کا اثر جب مفعول تک پہونچتا ہے تو اسی وقت سے مصدر
کی اضافت اُسکی طرف ہو جاتی ہے اور اس مصدر کا صیغہ اسم مفعول اُسپر بولا جاتا ہے - مگر
قادیانی تجدید کا حال کچھ اور ہی ہے - ذرہ غور فرمائیے - آپ کیا لکھتے ہیں :-

"ایک اور بات جس کی طرف ایڈیٹر مرقع کا ذہن اگر منتقل ہو جاتا تو ممکن تھا کہ وہ اسقدر
غلطیوں سے بچ جاتے یہ بھی ہے جسکی طرف اُن کا خیال تک نہیں گیا - کہ بعثت کے زمانہ
کو بعثت کا زمانہ کیوں کہتے ہیں - اگر وہ عربی زبان کے اس ایک ہی نکتہ سے آگاہ ہوتے
کہ کیونکر الفاظ میں اور معانی میں پوری مطابقت اور مناسبت ہوتی ہے اور وہ کیا اسرار
ہیں جو اس اُم الالسنہ کے خصوصیات سے ہیں تو وہ بعثت کے لفظ سے یہ ٹھوکر نہ کھاتے
منجملہ عربی زبان کے معارف کے یہ بھی ایک عجیب بات ہے کہ الفاظ موضوعہ کو اپنے

موضوع لہ معانی سے طابق النعل بالنعل سے بڑھکر مطابقت ہوتی ہے - بعثت کے معنے مرکر زندہ ہونے کے ہیں - انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی گرامی ذات اُسوقت دنیا میں تشریف لاتی ہے جسوقت روحانی زندگی پر مُردنی کا عالم ہوتا ہے جس طرح قیامت یعنی یوم البعث کے دن قبروں کے اموات میں رُوحیں عود کر آئیں گی اور خدا کے حکم سے وہ سب از سرِ نو زندہ ہو جاویں گی - اسی طرح انبیاء ع کیوقت میں انکے نفوس رسالت و نبوّت کے ذریعہ جاودانی زندگی کی اموات کو پھر زندہ کر کے قبروں سے نکالا جاتا ہے - درحقیقت یہ بالکل سچ ہے کہ انبیاء کا زمانہ قیامت کا ایک کامل نمونہ ہوتا ہے " (صہ ۱۹)

جواب - ای جناب آپکو کس دانا نے کہا تھا کہ مُرقع کا جواب دینے آؤ؟ افسوس مرزائی پارٹی کے حال پر جنمیں ایسے ایسے لائق آدمی بھی ہیں - آپکو یہ بھی معلوم نہیں کہ کہتے کیا ہو آپ نے بعثت کی تعریف جو کی وہ تو کی لیکن یہ کیا غضب کیا کہ ذکر تو بعثت انبیاء کا کیا مگر جب اُسکا مفعول ظاہر کرنے لگے تو کفار کی طرف چلے گئے - ہائے افسوس فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا حضرات انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ مُردوں کو زندگی ملتی ہے بہت ٹھیک - لیکن سوچنا یہ ہے کہ جو بعثت کہ انبیاء کی طرف آپنے مضاف کی ہے اُسکا مفعول بہ کون ہے - مصدر کی اضافت یا تو فاعل کی طرف ہوتی ہے یا مفعول کی طرف اگر فاعل کی طرف ہوتی ہے تو مصدر سے صیغہ اسم فاعل نکالکر مضاف الیہ کو اُس سے موصوف کیا جاتا ہے - مثلاً هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ میں خلق (مصدر) کی اضافت فاعل کیطرف ہے تو اللہ کو خالق کہنا صحیح ہے اور مَا خَلْقُكُمْ میں اضافت مفعول کی طرف ہے تو ہمکو مخلوق کہنا صحیح ہے مگر آپ کی منطق کیا اُلٹی راہ آپکو چلا رہی ہے کہ ذکر تو اُس بعثت کا کر رہے ہیں جو انبیاء کی طرف مضاف ہے اور مفعول اُسکا کفار اور مشرکین کو بنا رہے ہیں جنپر اُسکا خلقی طور پر کوئی اثر نہیں - لطف یہ کہ دعوےٰ بھی غلط - دیکھئے کیا کہتے ہیں کہ بعثت کے معنے ہیں مرکر زندہ ہونا - حالانکہ قرآن مجید میں کئی ایک جگہ یہ لفظ رسولوں بلکہ سید الرسل علیہم السلام کے لئے بھی آیا ہے - غور سے سنو: هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ (سورہ جمعہ) وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ

کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوْلًا (پ ۱۴ - ع ۱۱) بتلاؤ اِن آیات میں بعثت کے معنے مُردوں کو زندہ کرنے کے ہیں؟ کیا اِن آیات کے معنے یہ ہیں کہ خدا نے مُردہ رسُولوں کو زندہ کیا۔ افسوس ہے تم لوگ ایک جھوٹ کو ثابت کرنے کے لئے کئی ایک جھوٹوں کے مرتکب ہوتے ہو ؎

لطف پر لطف ہی املا میں مری یار کی یار + حائے حطی سے گرح لکھتا ہی ہنوز سی ہمار

اسی طرح آپ کا یہ عذر بھی نہایت ہی کمزور ہے کہ "آن غیر ممتد ہے اور زمانہ ممتد ہے اسلئے زمان بعثت سے مراد تمام وقت تبلیغ رسالت لیا جاویگا" یہ بھی اسلئے غلط ہے کہ اول تو آن اور زمان میں یہ فرق فلسفی طریق پر ہے۔ عرف عام میں کوئی بھی یہ فرق نہیں کرتا۔ نہ سمجھتا ہے اور کلام اللہ کا صحیح ترجمہ وہی ہوگا جو عرف عام سے مطابق ہوگا۔ دوئم یہ فعل ہے چونکہ حرکت ہے اور حرکت زمانہ کو مقتضی ہے پس جتنا وقت فعل (بعث) کے لئے درکار ہے وہی اس زمانہ سے مراد ہے کیونکہ اسی میں بعثت کا فعل تمام ہوکر مفعول بہ کو مبعوث کر دیتا ہے۔

آیئے میں آپکو ایک اور طرح سے بھی سمجھاؤں لیجئے علےٰ وجہ التسلیم مانے لیتا ہوں کہ زمانہ بعثت زمانہ تبلیغ کو بھی شامل ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تیئیس سالہ زمانہ کل زمانہ بعثت ہے تاہم میرا دعویٰ صحیح ہے اور آپ کا جواب غلط۔ کیونکہ غایات کے بیان کرنے میں قاعدہ یہ ہے کہ جو چیز ممتد یعنی دراز ہو اُسکو جب کسی چیز کی غائت (انتہا) بنایا جاتا ہے تو اُسکا ابتدائی حصّہ مراد ہوتا ہے مثلاً جب ہم یہ کہیں گے کہ اِس دیوار سے اُس دیوار تک تو جس دیوار پر لفظ "تک" آیا ہے اُس ساری دیوار کی چوڑائی کو اِس غائت میں شامل نہیں سمجھا جائیگا بلکہ اُسکی اِدہر کی سطح تک غائت ہوگی۔ اگر اِس دیوار سے اُس دیوار تک الفاظ لکھکر کسی زمین کی بیع ہو تو اُسی قدر حصّہ زمین بیع میں آئیگا جتنا دونوں دیواروں کا درمیانی حصّہ ہوگا۔ نہ کہ دونوں دیواروں کے عمق سمیت۔ اسی طرح اگر ہم یہ کہیں کہ زمین سے آسمان تک تو آسمان کی وہ سطح مراد ہوگی جو زمین کی جانب ہے نہ کہ تمام آسمانی دَل۔ اب سنئے قرآنی ثبوت۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ یعنے روزہ کو رات تک پورا کیا کرو۔ یہاں لیل سے مراد ہے شروع حصّہ لیل کا نہ کہ تمام رات۔ اگر تمام رات مراد ہو تو کوئی شخص تمام دن روزہ رکھکر صبح صادق سے تھوڑا پہلے افطار کرے تو کہنا پڑیگا کہ اُس نے

بھی اس آیت پر عمل کیا حالانکہ کوئی نہیں کہتا (قادیانی مجدد کی ہم کہتے نہیں جنکی ہر کام میں
حدث ہے ۔ ع ۔ بنے کیونکر کہ ہے سب کار اُلٹا + ہم اُلٹے بات اُلٹی یار اُلٹا) اور سنئے!
ایک شخص یوں کہے کہ زمانہ تقرر سے زمانہ پنشن تک میری ملازمت پوری تیس سال ہوئی ہے
تو کیا اس کلام میں زمانہ پنشن سارا داخل کیا جاویگا یا ابتدا مراد ہوگا؟ غالباً ابتدا مراد سمجھنے
میں کوئی بھی اہل زبان مخالف نہ ہوگا۔ (قادیانی اہل زبان مراد نہیں) +

ان مثالوں سے یہ بات ذہن نشین ہوسکتی ہے کہ مرزا صاحب کی عبارت میں جو یہ لفظ
ہیں کہ "خلقت آدم سے لیکر آں حضرت کے زمانہ بعثت تک" اس عبارت کا بھی مطلب حسب
محاورہ اہل زبان خصوصاً اہل دہلی (میر ناصر اور اُن کے اہل و عیال کو چھوڑکر) یہی صحیح ہے
کہ آں حضرت کے شروع زمانہ نبوت تک۔ نہ کہ تمام زمانہ تیئیس سالہ تبلیغ کو اُس میں داخل کرکے۔

دیکھا! مُرقع کا جواب دینا کیسے ٹیڑھی کھیر ہیں۔ سنو! ع

ابھی دلربائی کے انداز سیکھو + کچھ آسان نہیں دل لبھانا کسی کا

مگر یاد رہے کہ یہ قاعدہ اسی صورت میں ہے جہاں غائت اور مُغیا دو الگ الگ جنس کے
ہوں لیکن اگر غائت مُغیا کا تعلق کلیت اور جزئیت کا ہے تو وہاں تمام پر اشتمال ہوگا
اسی لئے نحوی وہاں الی کے معنے "مع" کے کہتے ہیں چنانچہ الی المرافق وغیرہ میں دیکھو
شرح مائۃ عامل وغیرہ)

مختصر یہ کہ مرزا صاحب نے ازالہ اوہام صفحہ ۶۹۳ پر لکھا ہے کہ مسیح موعود دنیا کے چھٹے ہزار
سال کے اخیر میں آئیگا پھر اسی کتاب کے صفحہ ۲۱۲ پر خود ہی دنیا کی عمر کا جو حساب بتلایا ہے
اُس حساب سے دنیا کی عمر کا چھٹا ہزار سال ۱۱۶۷ ہجری کو پورا ہوچکا ہے اور مرزا صاحب خیریت سے
۱۲۵۵ ہجری میں پیدا ہوئے ہیں یعنی ساتویں ہزار میں۔ الٰہی مرزا جی اپنے ہی قول سے مسیح
موعود نہیں۔ کیا خوب ع

اُلجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں + لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا۔

لطیفہ۔ ناظرین طویل عبارت پڑھنے سے شاید ملول خاطر ہوئے ہونگے اسلئے اُنکو ایک
لطیفہ مرزائیہ سُناتے ہیں۔ مرزا صاحب رسالہ اعجاز احمدی میں عبد اللہ آتھم عیسائی کی نسبت

بابت آپ نے پندرہ مہینے میں مرنے کی پیشگوئی کی تھی مگر وہ کئی مہینے میعاد گذار کر مرا تو اس کی بابت لکھتے ہیں کہ:-

"اگر پیشگوئی سچی نہیں نکلی تو مجھے دکھاؤ کہ آتھم کہاں ہے۔ اسکی عمر تو میری عمر کے برابر تھی یعنی قریب ۶۴ سال کے" صہ ۳

اس عبارت سے صاف پایا جاتا ہے کہ عبد اللہ آتھم کی موت کیوقت مرزا صاحب کی عمر چوسٹھ سال تھی۔ آئیے اب ہم یہ تحقیق کریں کہ آتھم کب مرا تھا۔ تسکی کہ اسکی موت کی تاریخ بھی مرزا صاحب ہی کی تحریروں میں پائی جاتی ہے۔ مرزا صاحب رسالہ انجام آتھم کے صہ ۱ پر لکھتے ہیں:

"چونکہ مسٹر عبد اللہ آتھم صاحب ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو بمقام فیروزپور فوت ہوگئے ہیں"

اس عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ ۱۸۹۶ء میں مرزا صاحب کی عمر چوسٹھ سال کے قریب تھی۔ بہت خوب۔ آئیے اب یہ معلوم کریں کہ آج ۱۹۰۸ء میں ۱۸۹۶ء کو گذری ہوئے کے سال ہوئے۔ ہمارے حساب میں (اگر کوئی مرزائی غلطی نہ نکالے تو) گیارہ سال ہوئے ہیں۔ بہت اچھا۔ چوسٹھ کے ساتھ گیارہ کو ملانے سے پچھتر سال ہوتے ہیں تو ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کی عمر آج کل ۷۵ سال کی ہے مگر ناظرین یہ سنکر حیران ہونگے کہ باوجود ان اپنے ہی بیانوں کے مرزا صاحب ہنوز ارسٹھ ۶۸ سال کے بنتے ہیں چنانچہ آپ حقیقۃ الوحی کے صہ ۲۰۱ پر لکھتے ہیں جسے ہمارے مخاطب مجیب نے بھی صہ ۶ پر نقل کیا ہے کہ:-

"میری (مرزا کی) عمر قریباً ۶۸ سال کی ہے"

حالانکہ حقیقۃ الوحی ۱۹۰۷ء میں لکھی اور اسی سنہ میں شائع کی۔

مرزائیو! اب بھی تمہیں اس بڈھے میاں کی بدحواسی میں کوئی شک ہے؟ واللہ اگر اب بھی شک کروگے تو خطرہ ہے کہ شک ہی میں مرجاؤگے ؎

باز آباز آ ہر آنچہ ہستی باز آ + گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست + صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

(باقی باقی)